اداریہ

تصوف پر بحثیں جو کبھی خانقاہوں اور قصباتی آستانوں تک محدود تھیں، اب یونیورسٹیوں، اکادمیوں، ادبی مجلسوں اور چائے خانوں تک پھیل گئی ہیں۔ ہر سال اس موضوع پر درجنوں لیکچرز اور سیمینارز منعقد ہوتے ہیں۔ کانفرنسوں کا محبوب موضوع بھی اب تصوف ہے اور یہاں تک کہ بین الاقوامی کانفرنسیں بھی اس حوالے سے منعقد ہو چکی ہیں۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ان سب کاوشوں کو منظم کرنے کے لیے ایک قومی صوفی کونسل تشکیل دے دی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ اب بھی کہیں فائلوں میں وہ موجود ہو۔

غیر متوقع حلقوں کی طرف سے تصوف کا غلغلہ اُن لوگوں نے بلند کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سفاک دہشت گردی کی راہ پر چل نکلنے والی انتہا پسندی کے انسداد میں تصوف سے مدد مل سکتی ہے۔ اب اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جنوبی ایشیائی تصوف کے اکثر مکاتب نے انسان دوستی، عالمگیر محبت اور دوسروں کے لیے احترام کا درس دیا تھا۔ مگر تصوف محض ان تعلیمات سے عبارت نہیں بلکہ ایک نظامِ زندگی ہے۔ اس لیے تصوف کے احیا کی خواہش رکھنے والوں کو سوچنا ہوگا کہ آیا وہ قرونِ وسطیٰ کے جاگیرداری ماحول میں نشوونما پانے والے اس نظامِ زندگی کو واپس لانا چاہتے ہیں؟ کیا اُس کا احیا ممکن ہے اور پسندیدہ بھی ہے؟

جس انسان دوست تصوف کی آرزو کی جا رہی ہے وہ 'کثرت میں وحدت' کے اصول پر موسس تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تصوف کے پورے نظام کے احیا کے بجائے اس عہد کی ضرورت یہ ہے کہ اس اصول کو جدید علمی وفکری اصطلاحوں میں نظریاتی صورت دی جائے جو